حاصل کی جاسکتی ہے۔ایٹمی دور میں ہمیں کسی بھی قسم کی صورت حال سے واسطہ پڑے گا؛ بلکہ مستقبل میں حالات مزید سنگین ہونے کا خدشہ ہے۔

آج کا ہتھیار علم ،تعلیم اور دلیل ہے۔ہمیں اپنے تیئں اسی ہتھیار سے مسلح کرنا ہوگا؛ کیونکہ آج مکالمہ اور مباحثہ کی جنگ ہے۔علمی اور فکری محاذوں پر کشمکش ہے۔دلیل اور استدلال کی بنیاد پر مقابلہ ہے۔اس کے لیے علم ضروری ہے۔اور یہی علم انسان کو مسلح کراتا ہے۔اور یہی آج کا کارگر ہتھیار بھی ہے۔

دیکھیں نبی کریم ﷺ کے دور میں گھوڑوں اور تلواروں سے جنگیں ہوتی تھیں؛لیکن آج کی جنگیں طیاروں ،میزائلوں اور بھاری اسلحے کی جنگیں ہیں۔جنگ عظیم اول میں جو ہتھیار استعمال ہوئے آج وہ استعمال نہیں ہورہے۔اسی طرح وقت کے ساتھ ہتھیار بھی بدل جاتے ہیں اور جنگوں کا طریق کار بھی بدل جاتا ہے۔اس لیے ہمیں موجودہ دور میں جن جن میدانوں میں اہل باطل سے مقابلہ درپیش ہے، ان تمام میدانوں کے لیے تیاری کرنی ہوگی۔جنگوں کی طرح آج مناظرے،مجادلے اور مباحثے کا انداز بھی بدل گیا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ آج کے دور کے مسائل بھی سمجھیں اور دلائل بھی،طرز استدلال بھی جانیں اور آج کے دور کی مروجہ زبانیں بھی سیکھیں؛تب جاکر اس کشمکش کا پلڑا بھاری ہوسکتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے کسی نے پوچھا: آپ آج علم اور فقاہت کے جس مقام پر فائز ہیں،اس تک آپ کیسے پہنچے؟ آپ نے فرمایا"افادہ (فائدہ دینے) میں بخل نہیں کیا اور استفادہ سے انکار نہیں کیا۔" اس لیے ہمیں استفادہ کرنے میں جھجک اور تکبر کو آڑے نہ آنے دینا چاہیے، اور افادہ میں بخل سے کام نہ لینا چاہیے؛ کیونکہ استفادہ اور افادہ کے ذریعے علم ترقی کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے چیلنج کا ادراک کرکے اس کے حوالے سے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے خود کو تیار کیجیے؛ کیونکہ آپ کے سامنے میدان بہت وسیع ہے......آپ پر بہت بھاری ذمہ داریاں آن پڑی ہیں۔یاد رکھیے! آپ ہی ہمارا مستقبل ہیں،آپ ہی ہمارا سرمایہ ہیں اور آپ ہی ہماری امید ہیں۔ [بشکریہ صدائے فاروقیہ اگست 2012ء]

❁❁..........❁❁

❁ بہترین انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے، ورنہ بہترین باتیں دیواروں پر بھی لکھی ہوتی ہیں۔

❁ اگر آپ کے پاس ایک پانی کی بوتل ہو اور صحرا عبور کرنا ہو تو اسے ہاتھ دھونے میں بھی استعمال نہیں کریں گے۔اب آپ کے پاس محدود زندگی ہے،اس سے جنت حاصل کرنا ہے......

❁ کامیابی اسے ملتی ہے جو دوسروں سے زیادہ کام کرے، دوسروں سے زیادہ علم رکھے اور دوسروں سے کم توقع۔

تذکرہ علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد حسن بن محمد علی رحمة الله عليه

عبدالرحیم روزی

مجلۃ التراث جب سے اپنے قارئین کرام کے سامنے آنے لگا تو علم وآگہی سے متعلق شخصیات میں سے حسبِ عادت نابغہ روزگار علمائے کرام کی ولولہ انگیز زندگی کے تذکرہ خیر سے سوانح عمریوں کا سفر شروع ہوا۔ یہ سفر یا سلسلہ خلافِ توقع لمبا ہوتا چلا گیا ''خلاف توقع'' کی مرکب اضافی کا استعمال اس لیے کرنا پڑ کہ التــــراث کے ساتھ ہمسفر و ہمدم ہونے سے پہلے علمائے اہلحدیث بلتستان کی ایک مختصر سی عشوائی یا لف نشر غیر مرتب قسم کی فہرست تھی۔ زیادہ سے زیادہ علامہ حاجی خلیل الرحمٰن بلغاری علیـــه الـرحـمـة کی تصنیف لطیف ''تذکرہ علماء وصوفیائے بلتستان'' میں موجود علماء کی طوالانی فہرست کو دیکھ کرنا قابل اضافہ سمجھ رکھا تھا؛ مگر جب سابقہ بھول کے ساتھ علماء وصلحاء کو چھیڑا تو بلّی کے بل میں شیروں کے شیر سوئے پڑے نظر آئے۔ یہ شیر ہائے بیشہ بلتستان کسی شہرت، سمعت اور طنطنہ سے کوسوں دور' اپنی اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک عہد اور تحریک سے کم نہ تھے۔

ان عالمانِ گم گشتہ میں سے ایک مولانا محمد حسن بن محمد علی میاریؒ کی شخصیت ہے۔ ماضی قریب تک ان صاحب کا نام ہی نہیں سنا تھا، اور شاید کبھی سنا نہ جاتا' اگر موصوف کے پڑپوتے ڈاکٹر آف فلاسفی''Ph.D'' مولانا محمد اسماعیل بن محمد امین کو تاریخ میں گمشدہ اپنے پڑدادا کے متعلق دلچسپی نہ ہوتی۔ آپ نے دیر سے ہی کچھ ایسے معتمر دہلی ولکھنؤ میں بغرض حصول علم گئی ہوئی شخصیات اور مولانا محمد حسن صاحب کے تلامذہ مولانا محمد حسین، محمد حسن، مولانا محمد یعقوب پسران محمد موسیٰ سے راقم کی ملاقات کروائی۔

مذکورہ بالا تینوں بھائیوں میں اول الذکر جڑواں ہیں۔ اور 95-90 کے پیٹے میں داخل ہیں۔ جبکہ آخر الذکر راقم کے استاد بھی ہیں اور ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر، علم دوست فاضل ہیں۔ ان تینوں نے بڑی اپنائیت کے ساتھ مولانا محمد حسن کے مختلف گوشوں سے، آگاہی دی۔ اس دوران یہ بزرگانِ علاقہ طویل زمانہ اور اپنی عمر ناپائیدار کے آخری سالوں کے مابین غیر معمولی فاصلہ کی دیوار دیکھ کر آبدیدہ بھی ہوجاتے تھے۔ راقم اور اصل کردار ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کو آبدیدہ بزرگان کے سنبھل جانے کا انتظار کرنا پڑتا۔ ایک بزرگ بابا محمد حسن کے پاس علف زار میں ہم دونوں استاذ شاگرد گئے۔ ہمارے ہاتھوں میں رجسٹر دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے موصوف ہراساں ہوگئے۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ آپ دونوں شرعی عدالت کی طرف سے کوئی بیان قلمبند کرانے یا اس نوعیت کے کام سے آئے ہیں۔

قصہ مختصر ہماری ان علماء اور بزرگوں کے ساتھ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی ملاقات درج ذیل سطور کی شکل میں مجسم ہوئی۔ ہم ان تینوں حضرات کے انٹرویوز ملفق کر کے مولانا محمد حسنؒ کی دعوتی زندگی قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

آیئے غواڑی کے گاؤں میں مردم خیزی، ظرافت طبع میں معروف، قدکاٹھ میں عمالیق نما محلّہ گینتھا کے اولین راہنما اور کتاب وسنت کے شیدائی ملا محمد حسن سے آپ کو ملاتے ہیں:

حسب ونسب: محمد حسن بن مالی بن میار ساکن محلّہ گینتھا موضوع غواڑی بلتستان۔

آپ کے والد کا نام مالی تھا، جبکہ دادا کا نام میار۔ تاریخ زبان وادب میں انسانی ناموں کے ساتھ کیا کیا ناانصافیاں اور زیادتیاں ہوئی ہیں۔ بندہ کے ایک ناقص انداز کے مطابق بلتی زبان میں انسانی اعلام دیگر زبانوں کی نسبت زیادہ تختہ مشق بنے ہیں۔ مثلاً محمد علی کو مالی بنایا جانا کثیر الاستعمال ہے۔ جبکہ یہی اندازہ میار کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، جس کی اصل محمد یار ہوگی۔ یہی صورت حال بلتی کلچر کے علاوہ دیگر زندہ ونیم زندہ تہذیبوں میں بھی بکثرت پائی جاتی ہے۔

دہلی ہندوستان کی تعلیمی زندگی: مولانا محمد حسن بغرض دینی تعلیم کافی عمر آنے کے بعد دہلی گئے تھے۔ بابا محمد حسن بن موسیٰ کے مطابق اس وقت میاں نذیر حسین دہلویؒ کے درس کی گونج چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ لہٰذا قوی تر قرین قیاس یہ ہے کہ آپ مدرسہ نذیریہ کے فارغ التحصیل تھے۔ اور یہ اندازہ اس امر سے بھی قوی ہو جاتا ہے کہ موصوف صاحب مولانا محمد موسیٰ بن محمد علی بانی دار العلوم کے ہم عمر بلکہ ان سے قدرے معمر ہیں۔ مولانا موسیٰ صاحب میاں نذیر دہلوی کے آخری شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب مولانا موسیٰ مدرسہ نذیریہ کے فارغ ہیں، تو ضرور مولانا احمد حسن نے بھی اسی چشمہ صافی سے علمی پیاس بجھائی ہوگی۔ واللہ اعلم

اس کے علاوہ آپ نے کہاں کہاں سے علوم نبوت کا فیض حاصل کیا اور کن کن اساتذہ کے پاس اکتساب علم کیا، ذرائع معلومات خاموش ہیں۔ اور آپ کے تعلیمی اسنادِ اجازت وغیرہ پنجہ ضیاع کی نذر ہو چکے ہیں۔

ہندوستان سے وطن کی طرف مراجعت اور تعلیمی وتبلیغی مہمات کا آغاز:

دہلی وغیرہ سے جہابذہ علماء سے خوشہ چینی کرنے اور زیور تعلیم سے آراستہ ہونے پر ﴿ **لینذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون** ○﴾ کے امر الٰہی کی تعمیل وانتثال کرتے ہوئے صحاح ستہ، صرف ونحو وغیرہ کی کتابیں ساتھ لے کے وطن مالوف لوٹ آئے۔ اور یہ تقسیم ملک سے کافی پہلے کی بات ہے۔

جب آپ وطن مألوف لوٹ آئے تو اپنی دعوتی، تعلیمی اور اخلاقی دروس ومہمات کا آغاز کر دیا۔ آپ کی تدریسی وتبلیغی سرگرمیوں کی کچھ جھلکیاں درج ذیل ہیں:

ا۔ **عمل بالکتاب والسنۃ:** آپ محلّہ گینتھا میں پہلے اہلحدیث اور عامل بالسنۃ فرد ہیں۔ یہ بات مولانا محمد حسین اور دونوں برادر شاگردان نے متفقہ اور پرزور طریقے پر اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے عملی اور علمی دلائل سے متاثر ہو کر

بہت سے لوگ عمل بالسنۃ کی طرف آ گئے۔ اگر چہ اس وقت لوگ سنت مطہرہ کے قریب ہی تھے۔ لوگ بڑے ہی راست گو، راست عمل عمل کے پیکر، اکل حلال کے خوگر، دروغ گوئی و دوغلا پنی سے دور تھے۔ مگر مستقل پیروکار تو اہلحدیث ہی تھے۔

۲۔ **درس وتدریس:** آپ نے محلّہ کی مسجد میں پڑھانا اور امامت کرانا شروع کر دیا تھا۔ مگر شنید ہے کہ حسب توقع اختلافِ مسلک کی وجہ سے جمہور عوام کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تو جھگڑا وغیرہ سے بچنے کے لیے پرانی مسجد کو الوداع کر کے نئی مسجد کی بنیاد ڈالی۔ جو آج مرکزی جامع مسجد گینتھا کی شکل میں اور تین منزلہ خوبصورت مساجد میں سے ایک ہے۔

۳۔ **امامت ورہنمائی:** اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی مسجد میں آپ نے موحدین کی جماعت کے لیے جمعہ وامامت اور اصلاح احوال کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں جب مولانا ابو یعقوب عبدالرحیم بن سلطان علی صاحب بھی ہندوستان سے مراجعت کر کے یہاں پہنچے تو آپ نے یہ سلسلے جوان سال عالم کے حوالہ کیے۔

۴۔ **گھر میں تعلیم کتاب وسنت:** موصوف نے اپنے گھر میں جہاں آج آپ کا ایک پوتا حاجی عبدالسلام صاحب رہائش پذیر ہے، قرآن کریم اور احادیث پڑھانا شروع کیا۔ اور آپ کے اخلاق فاضلہ، ملنساری، عفو و درگزری اور اندازِ تدریس سے متأثر ہو کر بچے، بوڑھے اور خواتین اللہ کا کلام پڑھنے کے لیے آتی تھیں۔

بابا محمد حسن نے فرمایا ''میں نے قرآن کریم بوا عبدالرحیم کے پاس پڑھا۔ آپ کی غیر موجودگی میں بوا حسن کے پاس پڑھتا۔ ایک دو روز مولانا عبدالرحیم کی غیر موجودگی میں بندہ بوا محمد حسن موصوف کے پاس گیا۔ موصوف زیادہ پڑھاتے تھے، جبکہ عبدالرحیم صاحب کم پڑھاتے۔ اتفاقاً قرآن کا ختم مولانا محمد حسن کے پاس ہوا۔ ختم قرآن کی رسمی مجلس سے غیر حاضری کو مستقل استاد محترم عبدالرحیم صاحب نے قدرے محسوس کیا۔ وہ بھوک وافلاس کا دور تھا، مدعوین بہت خوش ہوتے۔ اس وقت میری عمر دس بارہ سال تھی۔

آپ کے روحانی ورثہ میں شیخ محمد حسین، محمد حسن، اور ماسٹر ریٹائرڈ حاجی مولانا محمد یعقوب صاحب، بوا اسماعیل ولد محمد حسین سلمانی مرحوم کے علاوہ آپ کی اولاد میں سے حاجی عبدالرزاق وعبدالقیوم مرحومین تھے۔

جب جواں سال اور عزم و ولولہ سے لیس مولانا عبدالرحیم صاحب ہندوستان سے یہاں پہنچے تو مولانا محمد حسن کے کندھے پر عائد وہ بوجھ کافی کم ہو گیا جو آپ اٹھائے ہوئے تھے۔ اب آپ یکسو ہو کر اطراف واکنافِ بلتستان میں فرمانِ الٰہی ﴿قل هٰذه سبيلـيٓ أدعو إلى الله ......﴾ پر عمل کرتے ہوئے خلقت کی اصلاح وتربیت کے لیے نکلنا شروع کر دیا۔ چنانچہ علاقہ شیلا، کھرمنگ کتیشو، بلغار، چھور بٹ وغیرہ جا کر اخلاقی ومعاشرتی اصلاح کرنے لگے۔ وعظ وتبلیغ کا لوگوں پر اچھا اثر

پڑتا تھا۔اس کام کے لیے فراغت بھی پائی۔ چنانچہ کافی عرصہ تک اپنے والد کی جائیداد سے انخلاء اختیار کیا، تاکہ ﴿واموال اقترفتموها ومساكن ترضونها﴾ کی جھمیلوں میں پڑ کر دعوت وارشاد متأثر نہ ہوسکے۔

آپ ذہین وفطین تھے۔ وضوء میں پیر دھونے یا مسح کرنے کے مسئلہ میں اس وقت ایک آغا صاحب کے ساتھ علمی نوک جھونک ہوئی۔ جب اہل سنت والجماعت قبل تقسیم ملک سخت آزمائش اور کڑے ایام سے گزر رہے تھے، اور مذہب اہل حدیث سے وابستگی ان کے لیے چیلنج بنی ہوئی تھی۔ آپ نے کشوباغ سکردو میں پیر دھولیے تو ساتھ ہی کھڑے ایک شیخ نے اس پر اعتراض داغا۔ اور مشہور دو قراءت (أرجلِكم) پر مباحثہ ہوا۔ آپ نے قراءت جر پر عربی قواعد سے اپنے مدعا پر توجیہ پیش کی۔ جیسے'' هذا جحرُ ضبٍ خربٍ'' میں ''خربٌ'' خبر مرفوع ہونے کے باوصف ''ضبٍ'' مضاف الیہ مجرور کے جوار اور مناسبت کی وجہ سے مجرور آئی ہے۔ قرآن مجید کی آیت ﴿إنـيّ أخـافُ عليكم عذابَ يومٍ أليمٍ﴾ [۲۶/۱۱] یہاں ''أليمٍ'' کا لفظ عذابٍ منصوب کی نعت ہونے کے باوصف یومٍ کی مجاورت کی وجہ سے مجرور آیا ہے۔ عربوں کا معروف محاورہ ہے'' قد يؤخذ الجار بجريرة الجار'' مولانا محمد حسن صاحب نے امرؤ القیس کا شعر

کـأن ثبيراً فـي عـرانين وبلـه　　　　کبيــرُ أنـــاس فـــي بـجــادٍ مـــزمـلٍ

وغیرہ امثال سے قراءت جر کی توجیہ کے بعد ائمہ اہل بیت سے منقول کچھ روایات بھی بیان کیں، جن میں غسل ارجل کا واضح ثبوت ہے۔ آغا صاحب نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا اور تعرّض نہ کیا۔ حقیقت میں یہی علماء کی شان ہے۔

خدوخال: آپ کے شاگرد بابا محمد حسن نے کہا کہ آپ کی شکل وشباہت آپ کے چھوٹے بیٹے حاجی عبدالقیوم کی طرح تھے۔ جبکہ قد کاٹھ منجھلے بیٹے حاجی عبدالرزاق کی مانند تھے۔ یعنی رنگت گوری، چہرہ کتابی، آنکھیں چمکیلی، داڑھی گنجان، ماتھا چوڑا جس پر گہری جھریاں نمایاں تھیں۔ اور قد لانبی، سنجیدہ طبیعت اور بسطة في العلم والجسم کے مصداق تھے۔

اولاد: آپ کی تین اولاد نرینہ اور دو بیٹیاں تھیں۔ ملا عبدالرحمٰن، حاجی عبدالرزاق، حاجی عبدالقیوم، مریم اور امۃ اللہ -رحمهم الله- اول الذکر کی یادگار بابا حاجی عبدالسلام صاحب کی شکل میں موجود ہے، بڑھاپے کی وجہ سے کمر منحنی ہونے کے باوجود جمعہ مبارکہ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تقریباً تین کلومیٹر کا فاصلہ پیدل طے کرتے ہوئے بڑے اہتمام کے ساتھ جامع مسجد چھوغو گرونگ غواڑی میں تشریف لاتے ہیں۔ اور یہاں جمعہ ادا کر کے خوب خوش ہوتے پھر واپس ہولیتا ہے۔ الحمد للہ اولادِ ذکور وناث سے مالا مال ہے۔